قرآن کریم نے تمام برکاتِ روحانی کو اپنے اندر جمع کیا ہوُا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ ؍اگست ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

☆ قرآن کریم کو اقوام عالم کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا ہے۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بھی کہا یا لکھا وہ قرآن کریم ہی کی تفسیر ہے۔

☆ پہلی کتب کی تمام بنیادی صداقتیں قرآن کریم میں جمع کر دی گئی ہیں۔

☆ اُمَّ الْقُریٰ سے مراد عرب۔

☆ ہر وقت دعا میں لگے رہیں کیونکہ کوئی اور ثواب کا کام خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی یہ آیت پڑھی۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَاط وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (الانعام: ۹۳)

اور پھر فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی اس آیت میں یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ یہ عظیم الشان کتاب جسے ہم نے تجھ پر اتارا ہے، برکات کی جامع ہے اور جو کلام اس سے پہلے تھا اس کو پورا کرنے والی ہے اور ہم نے اسے اس لئے اُتارا ہے تاکہ تو اس کے ذریعہ سے اقوامِ عالَم کو ہدایت دے اور تا تو ڈرائے مکّہ اور عرب کے بسنے والوں کو اور ان آبادیوں کو جو عرب کے چاروں طرف اکنافِ عالَم تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جو لوگ پیچھے آنے والی موعود باتوں اور بشارتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ان عبادتوں پر قائم ہیں جن پر انہیں ان کے رسولوں نے قائم کیا تھا۔ وہ اپنے تقویٰ اور ایمانی پختگی کے نتیجہ میں قرآن پر بھی ضرور ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اگر وہ ان بشارتوں کو بھول چکے ہوں اور ان کا ایمان ان بشارتوں کے متعلق پختہ نہ ہو۔ اسی طرح وہ شریعت کو قائم کرنے والے نہ ہوں تو ان کو ایمان کی طرف لانے کے لئے اللہ تعالیٰ پھر انذاری طریق استعمال فرمائے گا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مبارک کہا ہے بعض جگہ قرآن کریم کے متعلق یہ بیان ہوا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو تمام ہدایتوں کا مجموعہ ہے، لیکن یہاں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ یہ ایک ایسی کتاب

ہے جو تمام برکات کی جامع ہے۔یعنی الٰہی ہدایتوں پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جو برکات انسان کو حاصل ہوتی ہیں اس آیت میں ان کا بیان ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا کہ پہلی امتوں کو کامل ہدایت نہ ملی تھی ناقص ہدایت ملی تھی (بوجہ اس کے کہ وہ اپنی روحانی نشوونما میں ابھی ناقص تھے) اگر وہ نیک نیتی کے ساتھ، پوری جدوجہد، محنت اور کوشش کے ساتھ اس ہدایت پر عمل کرتے جو ان کو دی گئی تھی تو اس کے نتیجہ میں جو برکت انہیں حاصل ہوتی وہ اس برکت کے نتیجہ میں بہت کم ہوتی جو قرآن کریم کی ہدایت پر عمل کر کے انسان حاصل کر سکتا ہے کیونکہ قرآن کریم تمام برکات کا مجموعہ ہے۔

اس آیت پر میں نے جب غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر یہ قرآن کتابٌ مُّبٰرَکٌ ہے اور یقیناً قرآن کِتٰبٌ مُّبٰرَکٌ ہے اور اس نے تمام برکاتِ روحانی کو اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے تو پھر عقلاً تین نتیجے نکلتے ہیں۔

اوّل: یہ کہ اس کتاب کی کامل اتباع کی جائے۔

دوسرے: یہ کہ اس کتاب نے تقویٰ کی جو باریک راہیں ہمیں بتائی ہیں ان پر گامزن رہا جائے اور **تیسرے:** یہ کہ اگر اور جب، ہم یہ کرلیں تب خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے ہم پر کھل سکتے ہیں۔لیکن اگر ہم ایسا نہ کریں تو باوجود اس کے کہ یہ کتاب تمام برکاتِ روحانی کی جامع ہے ہم اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

میں جب سورۃ الانعام کی تلاوت کر رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ میں اس آیت کے متعلق خطبہ دوں گا۔ میں نے سوچا تو یہ تینوں باتیں میرے ذہن میں آئیں۔ جب میں سورۃ کے آخر میں پہنچا مجھے یہ دیکھ کر لطف آیا کہ وہ تین باتیں جو اس وقت میرے ذہن میں آئی تھیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کے آخر میں وہی تین نتیجے (مُبٰرَکٌ کے) وضاحت کے ساتھ نکالے ہیں۔اس پر میرا خیال اس طرف گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تفسیر کے متعلق جو یہ ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ قرآن کریم خود اپنا مفسر ہے۔یعنی قرآن کریم کی بعض آیات دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں اور وہی تفسیر بہتر اور اچھی اور مفید اور سب سے زیادہ صحیح تسلیم کی جا سکتی ہے۔ جو قرآن کریم نے خود بیان فرمائی ہو اگرچہ ہر ایک کا دماغ اتنی پہنچ نہیں رکھتا کہ معلوم کر سکے کہ قرآن کریم کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کے خلاف نہیں یا لغتِ عرب ہی خود اس تفسیر کے خلاف نہیں۔لیکن بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ

بہترین تفسیر وہ ہے جو قرآن کریم خود بیان کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کچھ بھی کہا یا لکھا وہ قرآن کریم کی ہی تفسیر ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم میں سے بعض، بعض چیزوں یا بعض مضامین کے متعلق کچھ پریشان ہوں کہ ہمیں پتہ نہیں چل رہا کہ یہ قرآن کریم کی کس آیت کی تفسیر ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ (لاکھوں احادیث جو امت مسلمہ نے بڑی محنت اور جدوجہد سے محفوظ کیں)۔ سب قرآن مجید ہی کی تفسیر ہیں لیکن کم لوگ ہیں جو یہ بتا سکیں کہ کون سا ارشاد کس آیت کی تفسیر ہے۔ جو بڑے بڑے عالم ہیں وہ تو جانتے ہیں لیکن ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔

چونکہ یہ اس نکتہ کی بڑی واضح مثال تھی اس لئے میں نے اس کا یہاں ذکر کر دیا ہے۔ تو اس خیال سے کہ میں اس آیت پر خطبہ دوں گا۔ میں نے اس پر غور شروع کیا اور مذکورہ بالا تین باتیں میرے ذہن میں آئیں اور وہی تین باتیں مُبَارَکٌ کی تفسیر کرتے ہوئے سورۃ انعام میں ہی آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انعام آیت ۱۵۶ میں فرماتا ہے وَھٰذَا کِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبَارَکٌ یہ کتاب جو میں تم پر نازل کر رہا ہوں۔ یہ تمام برکات کی جامع ہے فَاتَّبِعُوْہُ اس لئے تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس کی کامل اتباع کرو۔ وَاتَّقُوْا اور تقویٰ کی جو باریک راہیں یہ تمہیں بتاتی ہیں تم ان پر گامزن رہو۔ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ تاکہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے تم پر کھولے جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا کہ قرآن کریم جامع ہے تمام برکاتِ روحانی کا (لیکن کتب سابقہ کے متعلق مُبَارَکٌ کا لفظ استعمال نہ ہوسکتا تھا) اور اس طرح ہمیں یہ بتایا کہ پہلی امتیں اپنی پوری جدوجہد، اپنے پورے مجاہدہ، اپنی پوری محنت اور اپنی پوری کوشش اور ایثار اور اپنے پورے جذبۂ قربانی کے باوجود اس روحانی مقامِ رفعت تک نہ پہنچ سکتی تھیں جس مقامِ رفعت تک تم پہنچ سکتے ہو۔ کیونکہ تمہیں ایک کامل کتاب دی گئی ہے جس کی اتباع کے نتیجہ میں تم کامل برکات کو حاصل کر سکتے ہو۔ کامل برکات کے حصول کا امکان تمہارے لئے پیدا ہو گیا ہے۔ اتنی ارفع اور اتنی اعلیٰ کتاب کے ملنے کے بعد بھی اگر تم کوتاہی کرو اور اس طرف متوجہ نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن کر اس کی اس نعمت سے فائدہ نہ اٹھاؤ تو تمہارے جیسا بدبخت دنیا میں کوئی نہیں ہوگا۔

پس فرمایا کہ یہ کتاب تمام برکات کی جامع ہے اور تمام برکات کا حصول تمہارے لئے ممکن بنا دیا

گیا ہے۔ اس لئے اٹھو!! اور کوشش کرو اور محنت کرو اور قربانیاں دو اور ایثار دکھاؤ تا کہ تم ان تمام برکات اور فیوض کو حاصل کر سکو۔ دوسرا امر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق یہاں یہ بیان فرمایا۔ مُصَدِّقُ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ۔ دراصل یہ مُبَارَکٌ کی وجہ بتائی ہے کہ یہ کتاب تمام برکات کی جامع کیوں ہے؟ اس لئے کہ پہلی کتب میں جو بھی صداقتیں پائی جاتی تھیں ان سب کو اس نے اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے بلکہ ان سے کچھ زائد بھی ہے۔ اس لئے یہ مُبَارَکٌ ہے۔ ہر وہ برکت جو پہلی کسی کتاب کی ہدایت سے حاصل کی جاسکتی تھی وہ اس کتاب سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ ہدایت اور بنیادی صداقت جو اس کے اندر تھی اس میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن جو زائد چیزیں اس میں ہیں وہ پہلی کتب میں نہیں تھیں۔ اس لئے ان زائد احکام پر عمل کر کے جو برکتیں تم حاصل کر سکتے ہو۔ وہ لوگ جن پر پہلی کتب نازل کی گئی تھیں انہیں حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ مُصَدِّقُ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ ”یہ قرآن پہلی کتب کی تصدیق کرتا ہے۔ میں جو تصدیق کا ذکر ہے اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ تصدیق کا ایک طریق قرآن کریم نے یہ بیان فرمایا ہے۔ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (سورۃ البقرۃ:۱۰۷) کہ ”جب بھی ہم کسی پیغام کو منسوخ کریں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسا پیغام ہم دنیا میں لے آتے ہیں۔“ اس آیت میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔

ایک یہ کہ پہلی کتب کی بعض باتوں کو بعض ہدایتوں کو قرآن کریم نے منسوخ کر دیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرماتا ہے کہ مَیں نے پہلے جو کتاب بھیجی تھی اس کی یہ یہ ہدایتیں منسوخ کی جاتی ہیں تو اس اعلان میں اس کتاب کی تصدیق بھی ہو رہی ہوتی ہے یعنی منسوخ کا اعلان خود تصدیق کر رہا ہوتا ہے۔ اس بات کی کہ وہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل کی گئی تھی جسے اب اللہ تعالیٰ منسوخ کر رہا ہے۔

دوسرے اس میں یہ بتایا کہ جو جو بنیادی صداقتیں پہلی کتب میں تھیں وہ تمام کی تمام ہم نے قرآن کریم میں جمع کر دی ہیں۔ ”مِثۡلِہَا“ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ مِثۡل اس لئے کہا۔ پہلے مجمل طریق پر یہ صداقتیں بیان ہوئی تھیں اور حکمت بتائے بغیر۔ لیکن اب وہ کامل اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں رکھ دی گئی ہیں بالکل وہی نہیں۔ کیونکہ بالکل وہی ہوں تو اس سے قرآن کریم میں نقص لازم آتا ہے لیکن ہیں ویسی ہی مگر زیادہ اچھی شکل میں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ۔

بِخَيْرٍ مِّنْهَا وہ باتیں جن کی پہلی امّتیں حامل نہ ہوسکتی تھیں بیان کر دیں اس لئے اس میں وہ ابدی صداقتیں بھی ہیں جو پہلی ہدایتوں کی جگہ آئیں اور ان سے زیادہ خوبصورت شکل میں۔ اس میں ضمناً یہ بھی بتا دیا کہ چونکہ پہلی کتب محرف ومبدّل ہوگئیں اس لئے مجموعی طور پر ان شریعتوں کو منسوخ کرنا پڑا مجموعی طور پر اس لئے کہ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اب بھی بعض باتیں اسی شکل میں موجود ہیں جس شکل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ لیکن مجموعی طور پر وہ شریعت انسانی دخل کی وجہ سے اس قدر محرّف ہو چکی ہے کہ اس میں وہ برکت، وہ حسن اور اللہ تعالیٰ کا وہ جلوہ نظر نہیں آ رہا ہے جو برکت، جو حُسن اور جو جلوۂ الٰہی اس میں نزول کے وقت تھا اس لئے قرآن کریم نے اسے منسوخ کر دیا لیکن اس کی بنیادی صداقتوں کو لے لیا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک اور بات بھی بتائی ہے وہ یہ کہ ہم انسان کے ذہن سے شریعت کو مٹا کر (کہ وہ اسے بالکل بھول جائے) بھی منسوخ کیا کرتے ہیں۔

اگر قرآن کریم ان نامعلوم شریعتوں کا (جو نامعلوم تعداد میں دنیا کی طرف بھیجی گئیں اور جن کا اب نام ونشان نہیں) نام لیتا تو ہمارے دماغوں میں بڑی الجھن پیدا ہو جاتی۔ مثلاً اگر کہا جاتا کہ افریقہ میں فلاں نبی پر فلاں شریعت نازل ہوئی۔ حالانکہ نہ دنیا کی تاریخ نے اس نبی کے نام کو محفوظ رکھا ہوتا، نہ اس کی شریعت کے نام کو محفوظ رکھا ہوتا۔ اور نہ اس کی کتاب کے کسی حصے کو محفوظ رکھا ہوتا تو کیسی مشکل پیش آتی؟ تاریخِ انسانی ان چیزوں کو بھلا چکی ہے۔ فرمایا کہ بعض شریعتوں کو اور بعض کتبِ سماوی کو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذری تھیں ہم نے ذہنِ انسانی سے بھلا کر انہیں منسوخ کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ تو عَلِیْم ہے وہ تو نام بھی لے سکتا تھا لیکن اگر وہ ایسا کرتا تو ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنتا۔ اس واسطے اس کے رحم نے تقاضا کیا کہ ان کو بُھولا رہنے دے اور اس طرح ان کو منسوخ کر دے۔ سو یہ بھی منسوخ کرنے کا ہی ایک طریق ہے۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ شریعت یا اس کا کوئی حصہ منسوخ کیا جائے (کسی اعلان کے نتیجہ میں) یا شریعت کا کوئی حصّہ زیادہ اچھی شکل میں قرآن کریم میں نازل کر دیا جائے یا یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہم نے نام لئے بغیر بعض شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ ہر سہ صورتوں میں قرآن کریم مصدّق بنتا ہے۔ ان سب پہلی شریعتوں کا کیونکہ اعلانِ تنسیخ اور اعلانِ نسیان خود تصدیق ہے کہ وہ شریعتیں یا ان شریعتوں کے

وہ حصّے جو بنیادی صداقتیں تھی جن میں انسان کی طرف سے کوئی ملاوٹ نہیں کی گئی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھیں۔

یہ ایک معنی مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ کے ہیں۔ دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ قرآن کریم ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ اس کے متعلق دنیا کی ہر شریعت نے پیشگوئی کی تھی اور بشارت دی تھی اور انہی پیشگوئیوں کے مطابق قرآن کریم اپنے وقت پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

تو فرمایا کہ یہ ایک عظیم کتاب ہے۔ اتنی عظیم الشان کہ کوئی ایسی شریعت دنیا کے کسی خطّہ میں نازل نہیں کی گئی۔ جس کے نبی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپؐ پر نازل ہونے والے قرآن (کتاب عظیم) کی بشارت نہ دی ہو۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی قوم کو اس طرف متوجہ نہ کیا ہو کہ جس وقت بھی اور جہاں بھی خدا کا وہ برگزیدہ رحمۃ للعلمین کی شکل میں تمہارے سامنے آئے تو اس کو قبول کر لینا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کتاب اسے دی جائے گی وہ میری ہر کتاب (شریعت) سے بہتر اور افضل اور اعلیٰ ہوگی۔ کیونکہ میری ہر پہلی کتاب میں چند برکات ہیں اور جو کتاب اسے دی جائے گی وہ مبارکؔ جامع ہوگی تمام برکات کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جیسا کہ خود قرآن مجید نے کہا ہے دعا فرمائی اور بشارت بھی دی کہ ایسا نبی جو الکتاب اور الحکمۃ سکھانے والا ہو وہ مبعوث ہوگا۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے متواتر نبی کے بعد نبی پیدا ہوا اور ان سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس گناہ سوز شریعت کی ان الفاظ میں بشارت دی کہ اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔ اور اس بشارت کو موسیٰ علیہ السلام نے بار بار دہرایا تا کہ ان کی امّت گمراہ نہ ہو جائے۔

پھر یسعیاہ نبی، نے حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لوگوں کو بشارت سنائی اور ہشیار بھی کیا۔ تا کہ جب وہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہو تو لوگ ایمان سے محروم نہ ہو جائیں۔ پھر بنی اسرائیل کی شریعت کے علاوہ جو شریعتیں محفوظ ہیں یا ان کا کچھ حصّہ محفوظ ہے جب ہم ان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارات موجود ہیں۔ حضرت زرتشت نے بھی آپؐ کی بشارت دی۔ ہندوؤں کی کتب

میں بھی یہ بشارت پائی جاتی ہے اور بعض جگہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ایک فرزند جلیل یعنی حضرتِ مسیح موعود علیہ السلام کی بھی بشارت دی ہے۔

تو قرآن کریم کا چودہ سوسال پہلے یہ دعویٰ کہ وہ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ہے۔ یعنی پہلی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کی طرف بھیجا گیا ہے۔ خود ایک عظیم صداقت اور اس کی حقانیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ نزولِ قرآن کے وقت بہت سی کتب سماوی ایسی تھیں جن کے متعلق کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا۔ لیکن اب وہ باتیں ظاہر ہورہی ہیں اور چونکہ اب اشاعت کتب کی بہت سی سہولتیں ہوگئی ہیں اس لئے بہت سی چھپی ہوئی اور نامعلوم باتیں ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ اور ہر نئی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قرآنِ کریم کی ہی تصدیق کر رہی ہوتی ہے کہ قرآن کریم کا بھیجنے والا یقیناً اَصْدَقُ الصّٰدِقِیْن ہے۔ جو بات وہ کہتا ہے سچّی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کسی کو کبھی بھی شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ علم تو بڑھ رہا ہے، اگر کبھی آئندہ کوئی سابقہ شریعت (جو اس وقت انسان کے سامنے نہیں) انسان کے سامنے آجائے تو یقیناً اس میں بھی ہم پائیں گے کہ ایک عظیم الشان نبی آنے والا ہے۔

پس فرمایا کہ یہ کتاب جامع ہے تمام برکات کی۔ اس لئے کہ یہ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ہے۔ پہلی تمام صداقتوں کی تصدیق کرتی ہے اور پہلی پیشگوئیوں کے مطابق اس کا نزول ہوا ہے۔ ہر نبی کو یہ فکر تھی کہ جو عظیم الشان نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آنے والا ہے کہیں اس کی امّت غلطی سے اس کا انکار کر کے خدا تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مورد نہ بن جائے اور ان سب انبیاء کو اس چیز سے دلچسپی تھی۔ کیونکہ یہ کتاب (قرآن) ہر قوم کے لئے تھی اس لئے وہ ان سب قوموں کا مشترکہ روحانی مائدہ تھا۔ اور ان سب نبیوں کی قوم نے اس سے فیوض حاصل کرنے تھے اس لئے ان سب کو فکر تھی کہ کہیں ان کی قوم اس ابدی آتشی شریعت سے محروم نہ ہو جائے۔ اور موردِ غضبِ الٰہی نہ بن جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا یعنی تیرے اوپر یہ فضل اس لیے کیا گیا ہے اور یہ کتاب مبارک اس لیے اُتاری گئی ہے کہ تا تُو نہ صرف مکّہ اور اہلِ عرب بلکہ ومن حولها تمام ان آبادیوں میں رہنے والی اقوام کو ڈرائے جو عرب کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔

بشارت اور انذار دونوں ہی پہلو بہ پہلو چلتے ہیں کبھی خدا تعالیٰ ان دونوں چیزوں کو کھول کر بیان کر دیتا ہے اور کبھی ایک کو بیان کر دیتا ہے اور دوسری انڈرسٹُڈ (Under Stood) ہوتی ہے۔ یعنی سمجھا

جاتا ہے کہ یہ بھی یہاں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا کہ یہ کتاب جو مبارک بھی ہے اور مصدّق بھی ہے اس لئے تجھ پر نازل کی گئی ہے کہ تو تمام اقوامِ عالم کو خدائے واحد و یگانہ اور قادر و توانا کی طرف پکارے اور ان کو دعوت دے کہ اس پاک صحیفہ کو تسلیم کرو جس کے متعلق پیشگوئیاں تمہاری کتاب میں بھی کی گئی تھیں اور اس پر ایمان لاؤ تا کہ تم تمام اُن برکات سے حصّہ لو جو اس کی اتباع کے نتیجہ میں تمہیں مل سکتی ہیں لیکن اپنی کتب کی پوری اتباع کے باوجود تمہیں نہیں مل سکتیں۔

اُمُّ الْقُرٰی سے میں نے عرب مراد لی ہے اس لئے کہ ہمارے عام محاورہ میں بھی جب کبھی ملک کے دار الخلافہ کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد وہاں کی قوم، وہاں کی حکومت اور وہاں کے رہنے والے شہری ہوتے ہیں۔ لغوی معنی بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ مفرداتِ راغب میں لکھا ہے کہ مکّہ کو اُمُّ الْقُرٰی اس لئے کہتے ہیں کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمین کو بچھایا تو اس کا مرکزی نقطۂ مکّہ تھا اور زمین کا وجود اس نقطہ مرکزی کے گرد ظہور پذیر ہوا۔ ہمیں لفظی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، مجازی طور پر ہم اس کے بڑے اچھے اور صحیح معنی بھی کر سکتے ہیں۔ اور وہی ہمیں کرنے چاہئیں بہرحال یہ تخیل پہلے سے موجود تھا کہ مکّہ دنیا کے لیے ایک مرکزی نقطہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُمُّ الْقُرٰی کے لفظ سے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم نے مکّہ کو دنیا کے لئے مرکزی نقطہ بنا دیا ہے اس لیے کہ اُمّ کے معنی میں وہ چیز جو دوسری چیز کے لئے بطور اصل کے ہو، اس کے وجود، اس کی ابتداء، اس کی تربیت اور اس کی اصلاح کے لئے۔

تو فرمایا کہ اُمُّ الْقُرٰی یعنی مکّہ کو دنیا کی اصلاح اور تربیت کے لئے ہم مرکزی نقطہ بنا رہے ہیں۔ اس لئے اے رسولؐ! اُٹھ اور ان لوگوں کو تیار کر تا کہ وہ دنیا میں پھیلیں اور خدائے واحد کی تبلیغ کریں اور اس کے نام کا جھنڈا بلند کریں اور قرآن کریم کے نور سے دنیا کو منور کرنے کی کوشش کریں۔ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی پہلے عرب کو تیار کرو اور وہاں استاد پیدا کرو۔ وَمَنْ حَوْلَهَا پھر یہ باہر نکلیں گے اور ایک دنیا کے معلّم اور راہبر بنیں گے۔

تاریخ کے اوراق اُلٹتے چلے جائیں امّتِ مسلمہ کی تاریخ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ہی کی کھلی تفسیر ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۔ کہ اگر چہ تمام انبیاء سابقین اور کتب سابقہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نزول کی پیشگوئی کی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ تمام اقوامِ عالَم آسانی کے ساتھ قرآن کریم پر ایمان بھی لے آئیں گی ۔ کیونکہ ان اقوام میں سے وہی لوگ ایمان لائیں گے ۔ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ جو ان موعودہ پیشگوئیوں پر پختہ ایمان رکھتے ہیں ۔ اور پختہ ایمان اس شخص کا ہوتا ہے جو (اوّل) ان پیشگوئیوں کو بھول نہیں جاتا ۔ دیکھو ہماری امّت مسلمہ کو بھی بہت سی پیشگوئیاں سنائی گئیں لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کو یاد رکھتے ہیں؟ اور کتنے ہیں جن کے ذہنوں میں وہ پیشگوئیاں مستحضر رہتی ہیں؟ بہت ہی کم ہیں!!! فرمایا وہ لوگ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ان پیشگوئیوں پر پختہ ایمان رکھتے ہیں یعنی انہیں بُھولے ہوئے نہیں ۔

(دوم) ان پیشگوئیوں کو سچی پیشگوئیاں سمجھتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں ان کو جھوٹا نہیں قرار دیتے جیسے کہ آج کل بعض لوگ جب تنگ آجاتے ہیں اور ان سے کوئی جواب نہیں بن آتا تو کہہ دیتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جتنی پیشگوئیاں حدیث وغیرہ میں ہیں وہ سب جھوٹی ہیں ۔ ایسی کوئی پیشگوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی ۔ جس شخص کا ایسا خیال ہو وہ پیشگوئی سے فائدہ بھی نہیں اُٹھا سکتا ۔

(سوم) ان کی غلط تاویلیں نہیں کرتے ۔ یہ بھی پختہ ایمان کا طبعی اور لازمی نتیجہ ہے بعض لوگ غلط تاویلیں کرنی شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ برکات سے محروم ہو جاتے ہیں ۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ان پیش خبریوں کو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے متعلق پچھلی تمام کتب سماویہ نے دی تھیں ۔ بھلائے ہوئے نہیں ۔ بلکہ ان کو اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھتے ہیں ۔ ان کی غلط تاویلیں نہیں کرتے ، ان کو پختہ یقین ہے کہ یہ خدا کی بات ہے اور ضرور پوری ہو کر رہے گی ۔ اور اس کے ساتھ ہی وَهُمْ وَعَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ وہ اپنی شریعت کے مطابق جو ہم نے ان پر نازل کی دعا اور عبادت میں لگے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کسی نیکی اور ثواب کا حصول خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے ۔ اس لئے ہر وقت دعا میں لگے ہوئے ہیں عبادت کر رہے ہیں اور اپنی شریعت کو حتّی المقدور قائم کئے ہوئے ہیں ۔ یہی لوگ ہیں يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ جو قرآن کریم پر ایمان لانے کی

توفیق پائیں گے۔

جو شخص قرآن کریم پر ایمان نہیں لاتا خدا تعالیٰ اسے مَوردِ الزام ٹھہراتا ہے۔ کہ تم وہ لوگ ہو جو خود اپنی شریعت کے مطابق نہ دعا کرتے ہو اور نہ ہی عبادت کرتے ہو اور نہ ہی شریعت کے دوسرے احکام بجالاتے ہو اور نہ ہی اپنی شریعت کی حفاظت کرتے ہو۔ بلکہ جو پیشگوئیاں اور بشارتیں تمہیں ملی تھیں تم ان کا انکار کر رہے ہو۔ یا ان کی غلط تاویلیں کر رہے ہو، تو تم خدا تعالیٰ کے فضل کو کیسے کھینچ سکتے ہو؟ تم نے اس شریعت کی قدر نہیں کی جو تم پر نازل کی گئی تو تم اس شریعت پر کیسے ایمان لا سکتے ہو جو تمہاری قوم سے باہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی یا تمہاری قوم میں سے ایک ایسے شخص پر نازل کی گئی جو تمہارے خیال میں خدا کے نزدیک اس قدر کے قابل نہ تھا۔ جو قدر اس کی کی گئی۔ اور تمہارے خیال میں یہ کتاب اس شخص پر نازل ہونی چاہیئے تھی جس کے متعلق تم فیصلہ دیتے کہ وہ قوم میں بڑا دیانتدار اور ہر لحاظ سے اس قابل تھا کو خدا کا کلام اس پر نازل ہوتا۔

تو تمام اقوامِ عالم پر الزام دھرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا قرآن کریم سے انکار کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ قرآن کریم میں کوئی نقص ہے یا قرآن کریم ان خوبیوں کا مجموعہ نہیں جن خوبیوں کا مجموعہ خدا تعالیٰ اسے قرار دیتا ہے یا وہ مصدق نہیں اور تمہاری کتب کی پیشگوئیوں کے مطابق نہیں آیا۔ نہیں! بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ جو شریعت تم پر نازل کی گئی تھی تم خود اس کے پابند نہیں تھے۔ اور نہ اس پر عمل کرتے تھے۔

نہ دعا کرو، نہ عبادتیں بجالاؤ، نہ شریعت کے دوسرے احکام پر عمل کرو، نہ ان پیشگوئیوں کو سچا سمجھو جو اللہ تعالیٰ نے خود تمہاری مسلّمہ کتابوں میں نازل فرمائی ہیں۔ تو تم کیسے برکاتِ قرآنی سے فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔

پس فرمایا کہ اگرچہ یہ قرآن مُبَارَکٌ اور مُصَدِّق ہے لیکن اس پر ایمان وہی لائے گا جو اپنی کتاب کی پیشگوئیوں پر پختہ ایمان رکھتا ہو اور اپنی شریعت کو قائم کرنے والا ہو، دعا کرنے والا اور عبادت گزار ہو۔ اور جو ان تقویٰ کی راہوں پر چلنے والا ہو جو اس کے لئے کھولی گئی تھیں۔ اگر وہ اپنے زمانہ کی ذمہ داریاں نہیں نبھا سکا تو وہ ذمہ داریاں جو سارے زمانوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ کیسے نبھا سکے گا؟ ’’سارے زمانہ کی ذمہ داریاں‘‘ اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے

ہیں۔ پس وہ شخص جو اپنی قوم کی ذمہ داریاں نہیں نبھا سکا تو وہ ذمہ داریاں جو ساری اقوام کی ہیں وہ کیسے نبھا سکے گا؟ اس لئے وہ قرآن کریم کی برکات سے محروم رہ جائے گا۔

اس میں اُمت مسلمہ کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ پیشگوئیاں جو قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں پائی جاتی ہیں، بشارتوں کے رنگ میں ہوں یا انذار کے رنگ میں۔ ان سب کو ماننا ضروری ہے۔ فرمایا کہ اگر تم لوگ ان پر پختہ یقین نہیں رکھو گے۔ انہیں بھول جاؤ گے، ان کی تاویلیں کرنے لگ جاؤ گے کہو گے کہ یہ تو احادیث میں غیر ثقہ لوگوں نے ملا دی ہیں۔ اور جب وہ واقع ہو جائیں گی تب بھی تمہیں سمجھ نہ آئے گی کہ غیر ثقہ لوگوں نے زمین و آسمان کی تاریں کیسے ملا دیں اور ان کا وقوعہ کیسے ہو گیا تو یقیناً تم بھی قرآنی برکات سے محروم رہو گے۔ پھر اگر تم قرآن کریم کی بیان کردہ عبادت بجا نہ لاؤ گے۔ قرآن کریم کے طریق کے مطابق دعاؤں میں مشغول نہیں رہو گے، قرآن کریم کی شریعت کو اپنا لائحہ عمل اور دستور قرار نہیں دو گے تو تم کبھی ان برکات سے فائدہ حاصل نہیں کر سکو گے۔ جن برکات کا تعلق ان لوگوں سے ہے۔ جو پختہ ایمان رکھتے ہیں، دعا کرنیوالے ہیں عبادت میں مشغول رہنے والے ہیں اور جو شریعت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے ہیں پس اگر تم کتاب مبارک اور احکامِ شریعت کو ٹھکرا دو گے اور پیٹھوں کے پیچھے پھینک دو گے تو باوجود اس کے کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے ہو گے۔ خدا کے غضب اور قہر کے مورد بن جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق بخشے کہ ہم قرآن کریم کی (جو تمام برکات کا جامع ہے) ساری کی ساری برکات سے فیض پانے والے ہوں۔ اور یہ محض اس کے فضل سے ہی ہو گا نہ کہ ہماری کسی خوبی کے نتیجہ میں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ جہاں ہم نے محض اس کی توفیق سے مسیح موعود علیہ السلام کو پہچانا ہے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی دیگر پیشگوئیوں کو بھی ہم اور ہماری نسلیں پہچان سکیں اور ان کی معرفت حاصل کر سکیں اور ان پر ایمان لا سکیں تا کہ نہ ہم اور نہ ہماری نسلوں میں سے کوئی نسل ان برکات سے محروم رہے جن برکات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی اس آیت میں کیا ہے۔ اَللّٰھُم اٰمین

(روزنامہ الفضل ۲۱؍ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆